تحقیقی مقالات میں عنوان سازی: بنیادی اصول ومباحث

ڈاکٹر شفیق انجم*

Abstract:

Title is a very important matter in Research Writings. Every Research is based on some unique grounds and approaches and the title should be according to the needs of the research. It is clearly a scientific exercise to set a title for a research project. In Urdu, there are Sufficient and valuable books about research and research methods but none of these answers; 'how to make a title?' In this article it is tried to answer this question. Here some basic principles and methods besides the nature and importance of the title have been discussed.

عنوان موضوع کا اظہار یہ ہوتا ہے۔ موضوع کے ارتکازی نکات، مرکزی اہداف اور بنیادی زاویے عنوان کے ذریعے اپنا اظہار پاتے ہیں۔ تحقیق میں عنوان محض ایک علامتی تختی نہیں اور نہ اس کی حیثیت ایسے اضافی نشان کی ہے جو تخیل، ذوق اور جمالیات جیسے مجردات کے تابع ہو۔ تحقیق میں عنوان ایک سوچا سمجھا اور عقلی بنیادوں پر ترتیب دیا گیا وہ اشاراتی پیکر ہے جو موضوع کی حدود و تفاصیل کے عین مطابق ہو۔ اس اشاراتی پیکر میں معنوی تقاضا ہر دوسری خصوصیت پر حاوی ہے اور یہ معنویت موضوع کے علائق کے ساتھ سائنسی و منطقی بنیادوں پر استوار و مربوط ہوتی ہے۔ تحقیق میں عنوان کے معاملے کو تخلیقی تحریروں کے عنوانات سے الگ و ممتاز کر کے سمجھنے کی ضرورت

* شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ہے۔تخلیق میں عام طور پر عنوان پہلے طےنہیں کیا جاتا اور اگر کیا بھی جاتا ہے تو اس میں یہ لچک ضرور ہوتی ہے کہ کسی بھی مرحلے پر اسے ایک دوسری صورت میں ڈھال لیا جائے۔تخلیقی تحریروں کے عنوانات میں یہ بندش وقیدنہیں ہوتی کہ عنوان لازماً موضوع کے عین مطابق ہو یا اس کی جزئیات پر دلالت کرے یا مرکزی خیال کو گرفت میں لائے۔۔یہاں مصنف اپنے ذوق،احساس جمال اور تخیل کے مطابق کچھ بھی کر سکتا ہے اور اس پر کوئی قدغن اور حد بھی نہیں لگتی۔فکشن اور نظمیہ شاعری کی روایت پر نظر کی جائے تو ایسی مثالوں کی کمی نہیں جہاں تحریروں کے عنوانات اصل موضوع تحریر سے مربوط نہیں یا بہت دور کا واسطہ رکھتے ہیں۔فکشن اور نظمیہ شاعری تو ایک طرف اردو کی قدیم علمی و تحقیقی کاوشوں پر نظر کی جائے تو ان میں سے اکثر کے عنوانات موضوع کی طرف اشارہ کرنے یا اس کے اندراجات سے متعلق ہونے کے بجائے کچھ اور ہی کہانی سناتے ہیں۔ادبی تاریخ نگاری کی اولین کڑی تذکرہ نگاری ہے۔ان تذکروں میں چند ایک کے سوا باقی سب کے مرکزی عنوانات شاعرانہ اور اصل متن سے ہٹ کر ہیں۔مثلاً خوش معرکہ زیبا،گلشنِ بے خار،گلستانِ بے خزاں،ریاض الفصحا،سراپا سخن اور آب حیات وغیرہ۔تذکروں کے بعد کے دورانیے میں،ماضی قریب اور فی زمانہ بھی علمی و تحقیقی منصوبوں کے لیے بعید از موضوع عنوانات کی مثالیں موجود ہیں۔تاہم تحقیق کے جدید تقاضے اور اغراض و مقاصد اس روش پر حد لگاتے،تحقیقی اور تخلیقی عنوانات میں فرق و امتیاز قائم کرتے اور سائنسی بنیادوں پر اس معاملے کو زیر بحث لانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔اب تحقیقی تحریروں کے عنوانات میں من چاہی صورت انفرادی اور آزاد سطح پر تو شاید قابل قبول ہو لیکن پابند تحقیقی منصوبوں خاص طور جامعاتی سندی تحقیق میں قطعاً جائز و روا نہیں۔سندی تحقیق میں کسی بھی منصوبے پر کام شروع کرنے سے پہلے اس کے اصل ہدف کے مطابق مرکزی عنوان اور تحقیق کے مختلف مراحل کو بیان کرتے ذیلی عنوانات طے کر لیے جاتے ہیں۔یہ عنوان سازی کئی طرح کی احتیاطوں اور اصول وضوابط کی متقاضی ہوتی ہے۔اردو اصول تحقیق کی کتب میں تحقیقی موضوع کیا ہے اور اسے کیسا ہونا چاہیے پر تو تفصیلی بحثیں موجود ہیں لیکن عنوان سازی کے حوالے سے مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔(۱) تحقیقی مقالے کا عنوان کیسا ہونا چاہیے؟اس کی بُنت میں کن امور کو مدنظر رکھا جانا چاہیے؟عنوان کی پیشکش کیسے ہو؟۔۔۔یہ سوالات حل طلب ہیں۔زیر نظر مقالے میں اردو سندی تحقیقی مقالات کی عنوان سازی کے حوالے سے ان سوالوں کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ذیل کی تفاصیل اسی ضمن ہیں۔

ا۔ تحقیقی مقالے کے عنوان کا براہ راست موضوع سے وابستہ ہونا ایک بنیادی شرط ہے۔دیگر تحریروں میں عنوان کی موضوع سے وابستگی ایک اصولی تقاضا تو ہوتی ہے لیکن اس میں اتنی شدت اور غیر لچکداری کیفیت بہرحال نہیں پائی جاتی اور عنوان موضوع سے کسی قدر ادھر ادھر ہو بھی جائے تو بھی کام چل جاتا ہے۔تحقیقی مقالہ چونکہ ایک

منضبط بیانیہ ہوتا ہے اور اس میں حاصلات کی صحت ان نشانات اور حدود کے تابع ہوتی ہے جنھیں آغازِ کار میں نشان زد کیا جاتا ہے، اس لیے یہاں عنوان کا براہ راست حدودِکار کے مطابق ہونا لازمی اور ضروری تقاضا ہے۔(۲) دیکھا جانا چاہیے کہ کیا عنوان، تحقیق کے ہدفی نکتے یا موضوع کی حدود کا احاطہ کر رہا ہے؟ کیا عنوان علائقِ موضوع سے براہ راست وابستہ ہے؟ کیا اس میں غیر لچکداری پن ہے؟ کیا عنوان کی پڑھت موضوع کی نفسیات پر دلالت کرتی ہے؟ ان سوالوں کے مثبت جواب تحقیقی عنوان کے موزونیت کے ضمن میں از بس ضروری ہیں۔ایک قسم کی موضوعاتی حدود کے لیے عنوان طے کرتے وقت عام طور پر زبان میں ایک سے زیادہ امکانات موجود ہوتے ہیں۔ان میں سے بہترین امکان وہی ہوگا جس میں موضوع سے براہ راست جڑت کی خوبی ہوگی۔

۲۔ تحقیقی مقالے کے عنوان کی ساخت متعلقہ زبان کے نحوی اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔ یہاں زبان کے طے شدہ نحوی ضوابط سے انحراف کی گنجائش نہیں۔(۳) تحقیقی عنوان موضوع سے متعلق کلیدی نشانات پر مشتمل الفاظ کا مرکب ہے۔ یہ مرکب کسی صورت بھی سوالیہ، فجائیہ یا سادہ یا پیچ دار مکمل جملے کی صورت میں نہیں ہونا چاہیے۔

۳۔ صوری حسن اور آرائش، تخلیقی عنوانات کی ایک بڑی خوبی لیکن تحقیقی عنوانات کے لیے خامی ہے۔ یہاں الفاظ کے چناؤ کا معیار خوبصورتی، دبازت، تاریخی پراسراریت، روایت کی عطا کردہ چاشنی، یا تجدد کی لذت و حیرت نہیں بلکہ چناؤ کا واحد معیار موضوع سے مناسبت اور معنوی شفافیت ہے۔ ہر زبان میں کسی موضوع سے متعلق الفاظ کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہوتا ہے تحقیقی عنوان کے انتخاب میں ان میں سے صرف وہی لفظ آئے گا جو موضوع کے حوالے سے کلیدی حیثیت رکھتا ہو، اس میں ذومعنویت نہ ہو، پیچیدگی اور ابہام نہ ہو، رومانوی تہ داری نہ ہو، شاعرانہ شناخت نہ ہو، التباس واشتباہ نہ ہو، عمومیت اور ہلکا پن نہ ہو۔۔اس کے برعکس لازمی طور پر اس لفظ میں قطعیت، علمی دبازت اور معنوی شفافیت ہونی چاہیے۔

۴۔ طوالت کسی بھی قسم کے عنوان کے لیے ایک نقص ہے تاہم تحقیقی عنوان میں اس کی حیثیت خصوصی ہے۔ یہاں ایجاز واختصار مطلوب اور ایک خوبی کے طور پر نمایاں ہے۔لیکن ایسا ایجاز جو ابہام پیدا کرے، کی گنجائش نہیں۔ تحقیقی مقالے کے عنوان کو اس خوبی سے طے کیا جانا چاہیے کہ موضوع اور حدودِکار کا ضروری اظہار ہو جائے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ تحقیقی عنوان کوئی اضافی بیانیہ نہیں کہ جسے من چاہی صورت میں ترتیب دے لیا اور بوقت ضرورت تبدیل کر لیا جائے۔ یہ ایک تحقیقی منصوبے کا اظہاریہ ہوتا ہے۔ یہ وہ روک ہے جو تحقیقی اندراجات کو پابند رکھتی ہے۔اپنی اس حیثیت میں عنوان کسی تحقیقی منصوبے کے لیے مغز اور اصل کی حیثیت رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عنوان کی بنت مختصر اور جامع ہونی چاہیے۔طوالت غیر ضروری جوابدہی کا باعث بنتی ہے اور ارتکاز پیدا نہیں ہونے

دیتی۔تحقیقی منصوبے کا مجوزہ مرتکز مطالعہ، مرتکز عنوان ہی کی بدولت ممکن ہے۔اور اگر عنوان مرتکز نہ ہو تو اس بات کا خدشہ رہتا ہے کہ مقالے میں ان خطوط سے ہٹنا پڑ جائے، جو مطلوب تھے۔ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس نکتے کو ایک مثال کے ذریعے سمجھا جائے۔فرض کریں کوئی سکالر پاکستان میں اردو افسانے کے حوالے سے کام کرنا چاہتا ہے اور اس کے خیال میں سماجی حوالوں سے اردو افسانے میں جو رویے اور رجحانات ملتے ہیں ان پر تحقیق ہونی چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اہم افسانہ نگاروں کا اس موضوع کی مناسبت سے تقابل بھی چاہتا ہے۔پس اگر وہ اس منصوبے کو یہ عنوان دے''پاکستان میں اردو افسانے میں سماجی رویے اور رجحانات اور اہم افسانہ نگاروں کا تقابل'' تو یقیناً یہ عنوان موضوع کی ضرورت کو پورا بھی کرتا ہے، اس کی مواد سے مناسبت بھی ہے اور مکمل اظہار کی بدولت اس میں افادیت کا پہلو بھی ہے۔لیکن واضح طور پر اس میں اختصار و جامعیت کی کمی ہے۔اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اگر عنوان کو یوں کر لیا جائے:''پاکستانی افسانہ اور سماج'' تو یقیناً عنوان میں اختصار تو آ گیا لیکن اس میں سے جامعیت گم ہوگئی۔جامعیت دراصل وہ خوبی ہے جو ایسا اختصار پیدا کرے جس میں ابہام و تشنگی نہ ہو۔پاکستانی افسانہ کہہ کر عنوان کو مختصر تو کر دیا گیا لیکن اس میں ابہام یہ کہ کیا یہاں مراد تمام پاکستانی زبانوں کا افسانہ ہے یا پاکستانیت کے پس منظر میں لکھا گیا افسانہ یا پاکستان میں لکھا گیا اردو افسانہ؟ ساتھ ہی ساتھ اس عنوان میں سماجی رویوں اور رجحانات کے قائم مقام کے طور پر تنہا لفظ سماج بھی کھٹکتا ہے۔پس لازمی طور پر عنوان کو مختصر اور جامع بنانے کے لیے درج ذیل میں سے کسی ایک انداز میں لانا پڑے گا: i۔پاکستانی اردو افسانے میں سماجی شعور۔ ii۔پاکستانی اردو افسانے میں سماجی عناصر iii۔پاکستانی اردو افسانے میں سماجی رویے اور رجحانات

۵۔ تحقیقی مقالے کے عنوان میں روایتی الفاظ کی تکرار نہیں ہونی چاہیے۔طویل سندی مقالات میں کوئی بھی مقالہ تحقیق، تنقید اور تقابل کے بغیر مکمل تصور نہیں ہوتا۔یہ ایک طرح سے ایم فل، پی ایچ ڈی کے مقالات کا لازمی جزو تصور کیے جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ عنوان میں ان کی تصریح غیر ضروری ہے۔مثلاً''پاکستانی اردو افسانے میں سماجی شعور (تحقیقی و تنقیدی مطالعہ)'' یا'' پاکستانی اردو افسانے میں سماجی عناصر: تنقیدی و تقابلی مطالعہ'' عنوانات میں تحقیق، تنقید اور تقابل کے الفاظ بلا جواز ہیں۔(سندی مقالات کی روایت میں یہ اضافے بہ تکرار ملتے ہیں اور اب بھی کئی جامعات میں ایسے ہی عنوانات کا دستور ہے۔)

٦۔ مقالے کے عنوان کی بنت میں اس بات کا دھیان لازم ہے کہ عنوان کی عبارت چست ہو۔اس میں زوائد اور بھرتی کے الفاظ و حروف قطعی نہیں ہونے چاہییں۔خصوصی طور پر حروف ربط، حروف جار اور حروف اضافت کا ضرورت سے زیادہ استعمال عنوان کو بوجھل اور ڈھیلا بنا دیتا ہے۔عنوان کی چستی سے جہاں جاذبیت میں اضافہ

ہوتا ہے وہاں مفہوم میں بھی شفافیت آتی ہے۔اس سلسلے میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں: ''ڈاکٹر وزیر آغا کی علم وادب کے حوالے سے خدمات کا تجزیاتی مطالعہ''۔۔اس عنوان میں ''کے حوالے سے''اور'' کا تجزیاتی مطالعہ'' تبدیلی کے متقاضی ہیں۔مناسب عنوان یوں ہوگا: ''ڈاکٹر وزیر آغا کی علمی وادبی خدمات''۔۔اسی طرح ''سلسلہ چشتیہ اوراس کی علمی وادبی خدمات کا تعارف وتجزیہ''۔۔اس عنوان میں ''اوراس''، '' کا'' اضافی ہیں۔اور'' تعارف وتجزیہ'' کی صورت ونشست تبدیلی چاہتی ہے۔مناسب عنوان یوں ہوگا۔''سلسلۂ چشتیہ کی علمی وادبی خدمات''یا''سلسلۂ چشتیہ کی علمی ادبی خدمات: تحقیق وتجزیہ''

۷۔ یہ بات قطعی ہے کہ تحقیقی مقالے کا عنوان شاعرانہ نہ ہو۔شعر، مصرع یا اس کا کوئی ٹکڑا تحقیقی مقالے کا عنوان نہیں بن سکتا۔اسی طرح شاعرانہ وسائل کے عنوان میں استعمال کی بھی ممانعت ہے۔بعض سکالرز عنوان میں اچھوتا پن یا جاذبیت یا چونکا دینے کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے یہ غلطی کرتے ہیں۔خاص طور پر مختصر مقالات میں سکہ بند محققین کے ہاں بھی یہ رویہ دیکھنے کو ملتا ہے۔اس سے قطعی اجتناب لازم ہے۔

۸۔ عنوان میں اصطلاحات، اختصارات اور اسماء ومتعلقات کا استعمال مناسب طریق پر ہونا چاہیے۔عموماً ایسا ہوتا ہے کہ عنوان میں ان امور کے حوالے سے بے احتیاطی برتی جاتی ہے۔نتیجتاً پیچیدگی، بے سمتی اور مضحک صورتحال پیدا ہوتی ہے۔مثلاً 'شعور کی رو' کو 'شعوری رو'، روزنامہ 'زمیندار' کو صرف زمیندار، میر تقی میر کو صرف میر، 'شعری متن' کو 'شاعرانہ متن'، 'انشائیہ نگاری' کو 'انشائی ادب'، 'تانیثیت' کو 'نسوانیت' لکھنا وغیرہ۔

۹۔ دقیق و ناموس الفاظ عنوان کی بنت میں نقص کا باعث بنتے ہیں۔ایسے الفاظ سے گریز لازم ہے جو رائج ہونے کے باوجود تفہیم میں دقت کا باعث بنتے ہوں۔بہتر ہے ان کے متبادلات استعمال کیے جائیں۔اسی طرح طویل سندی مقالات کے عنوان میں ایک تعارف، ایک جائزہ، چند، مختصر اور سرسری جیسے الفاظ سے بھی گریز لازم ہے۔

۱۰۔ مقالے کے عنوان کی طرح ابواب کے عنوانات طے کرتے وقت بھی اصول وضوابط کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔عموماً دیکھا گیا ہے کہ ابواب بندی میں من مانے طریقے اپنا لیے جاتے ہیں جس سے عدم توازن، غیر سنجیدگی اور بعض صورتوں میں بے معنویت جنم لیتی ہے۔مقالے کی ابواب بندی میں بھی قبل ازیں بیان کردہ اصول وضوابط پیش نظر رہنے چاہییں تاہم اس ضمن میں کچھ دیگر نکات بھی ہیں۔ضروری ہے کہ ہر باب مرکزی و ذیلی عنوانات میں تقسیم ہو۔مرکزی عنوان کی عبارت اس خوبی سے طے کی جانی چاہیے کہ اس میں عمومیت بھی ہو اور باب میں زیر بحث نکات کی طرف اشارہ بھی نکلے۔ذیلی عنوانات مرکزی عنوان سے جڑے ہوئے اور بحث کے مختلف زاویوں کی نشاندہی کرنے والے ہونے چاہییں۔ایک باب میں زیادہ سے زیادہ پانچ زمروں کی گنجائش ہوتی ہے۔

عام طور پر فہرست کو طول دینے یا بحث کے پھیلاؤ کی دھاک بٹھانے کے لیے ذیلی عنوانات کے طور پر بیسیوں چھوٹے چھوٹے اشارات دے دیے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں۔ شفافیت، آسانی اور افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بہتر یہی ہے کہ ہر باب میں کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ پانچ زمرے بنائے جائیں اور عنوانات کو ان کے مطابق طے کیا جائے۔

۱۱۔ ابواب کے عنوانات کا تعین تحقیق کی نوعیت کے مطابق ہوگا۔ سوانحی تحقیق میں سوانح، شخصیت، خدمات اور کارناموں کے مطابق ابواب اور ان کے عنوانات قائم کیے جائیں گے۔ موضوعی تحقیق میں مسئلہ زیرِ بحث کا پس منظری مطالعہ، اس کی حدود کا تعین، متعلقات اور تدریجی پھیلاؤ کو مدنظر رکھا جائے گا۔ متنی تحقیق میں ابواب اور عنوانات کی صورت بالکل مختلف ہوگی۔ یہاں اکثر اوقات طے شدہ مراحلِ تحقیق اور ان کے مختصر نشانات ہی باب کے عنوان کے طور پر کافی ہوتے ہیں۔ مثلاً مقدمہ، تدوین متن، حواشی، تعلقات اور ضمائم وغیرہ۔

۱۲۔ ابواب کے عنوانات کی ترتیب و پیشکش میں ہندسوں کے بجائے ابجدی علامات استعمال کی جانی چاہییں۔ اس سے صوری حسن میں اضافے کے ساتھ ترتیب میں آسانی بھی پیدا ہوتی ہے۔ مرکزی اور ذیلی عنوانات کے آخر میں ختمہ کی علامت نہیں لگانی چاہیے کیونکہ یہ جملے کی اختتامی علامت ہے اور عنوان یقیناً مکمل جملہ نہیں ہوتا۔ کسی بھی عنوان کو بلاضرورت توڑ کر نہیں لکھنا چاہیے اس سے پیشکش کا جمالیاتی پہلو متاثر ہوتا ہے۔ عنوانات کے آخر میں ختمہ کی طرح رابطہ اور تفصیلیہ کی علامات بھی نہیں لگانی چاہییں تاہم درمیان میں ضرورت کے تحت رابطہ کی علامت لگائی جا سکتی ہے۔

تحقیقی مقالات کی عنوان سازی ایک سائنسی عمل ہے۔ یہ وجدان اور تخیل سے زیادہ عقل، تجربے اور مہارت کا رہینِ منت ہے۔ حزم واحتیاط، سوچ بچار اور حتمیت سے پہلے امکانات کی جانچ پرکھ اس عمل کے غیر لچکدار تقاضے ہیں۔ جس طرح موضوعِ تحقیق کے انتخاب کا مرحلہ کئی طرح کے سوالوں کے تابع ہے اسی طرح عنوانِ مقالہ اور ابواب کے عنوانات کا تعین و انتخاب منطقی، شفاف اور واضح جواز چاہتا ہے۔ یہاں ہر لفظ، نشان اور حرکت و اضافت کے چناؤ کی جوابدہی ہے۔ اور یہی جوابدہی اور انتخاب کے جواز کا مطالبہ عنوان میں قطعیت، شفافیت اور معنویت لاتا ہے۔

حواشی

۱۔ اردو اصولِ تحقیق پر معروف تصنیف ''تحقیق کا فن'' از گیان چند، میں عنوان کی بحث کو 'اسلوب' کے ذیل میں محض ایک پیرا گراف لکھ کر نپٹا دیا گیا ہے۔ حالانکہ ضروری تھا کہ اس پر تفصیلی بحث ہوتی۔ اس پیرا گراف میں عنوان کے حوالے سے جو گفتگو ملتی ہے وہ کچھ یوں ہے:

''مقالے کے اسلوب کی بحث کی شروعات ''عنوان'' سے کی جائے تو مناسب ہوگا۔ جیسا کہ پچھلے باب میں لکھا جا چکا ہے ایک انگریزی مصنف لیرلی نے ہدایت کی ہے کہ مقالے کا عنوان بھڑک دار اور انشائیانہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ تحقیقی کتاب یا مضمون کا نام اس طرح کا ہونا چاہیے جس سے اندازہ ہو سکے کہ اس کا موضوع تحقیق ہے، انشائیہ یا افسانہ نہیں۔ سب رس حیدر آباد میں ڈاکٹر زور کے دکنی ادب سے متعلق مضامین ''بڑی کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی'' کے عنوان سے نکلتے تھے جو نہایت نازیبا عنوان تھا۔ سب رس ہی میں وہ اور بعض دوسرے لکھنے والے دکنی ادب پر ''میٹھے بول سناؤں'' کے عنوان کے تحت لکھتے تھے۔ تحقیقی کتابوں کے نام ''چراغِ رہ گزر'' اور ''اشتر و سوزن'' بھی مناسب نہیں۔ چراغ رہ گزر شعری مجموعے کا نام معلوم ہوتا ہے اور اشتر و سوزن، اساطیری حکایتوں کے مجموعے کا۔'' (گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع سوم ۲۰۰۷ء، ص ۲۴۴)۔۔۔ اس اندراج میں عنوان کے انشائی و افسانوی نہ ہونے پر زور ہے۔ بات لیرلی کے حوالے سے کی گئی اور بتایا گیا کہ پچھلے باب میں اس کا بیان لکھا گیا ہے۔ راقم نے پچھلا باب، بلکہ اس سے بھی پچھلا باب پڑھ لیا، کہیں لیرلی کا مذکورہ بیان نہیں ملتا۔) اردو اصولِ تحقیق کی دیگر کتب بھی عنوان کے مناسب اصول و مباحث کی پیشکش سے عاری ہیں، البتہ رسمیات تحقیق کی بعض کتب میں عنوان کے حوالے سے اندراج ملتا ہے۔ اس سلسلے میں اہم ڈاکٹر معین الدین عقیل کا مرتبہ کتابچہ ''رسمیات مقالہ نگاری'' ہے جس میں صفحہ ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ پر عنوان کے ضمن میں چند نکات دیے گئے ہیں۔ ان کا اختصار کچھ یوں ہے:

''اگرچہ عنوان راست تحقیق کے ذیل میں نہیں آتا اور رسمیات کا اطلاق اس پر لازم نہیں لیکن اس سے مقالہ نگار کے تحقیقی مزاج اور تجزیاتی و تنقیدی ذہن کا اظہار ہوتا ہے۔ لہذا اسے جامع اور معنویت کا حامل ہونا چاہیے اور مناسب ہے کہ یہ غیر ضروری الفاظ اور طوالت سے پاک، مختصر اور جاذب توجہ ہو۔ اردو میں بالعموم عنوان کی جاذبیت کے لیے اس کی معنویت کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب اور الفاظ کی ترتیب یا بندش کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی جاتی۔''

''عنوان میں قدیم اور روایتی انداز کے بجائے حروف جار اور حروف ربط سے گریز کر کے زیادہ جامعیت اور اختصار پیدا کیا جا سکتا ہے، جب کہ معنویت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''عنوان کے انتخاب میں اختصار اور الفاظ کا جامع و با معنی استعمال بڑی اہمیت اور کشش رکھتا ہے اور عنوان کی جاذبیت ہی مقالے کو قابل توجہ بنا سکتی ہے۔ ہمارے ہاں ذیلی عنوان کو قوسین میں لکھنے کا عام رجحان ملتا ہے، جب کہ قوسین کا استعمال عنوان میں غیر ضروری اور بلا جواز ہو سکتا ہے۔''

(معین الدین عقیل، ڈاکٹر، رسمیات مقالہ نگاری، پاکستان اسٹڈی سنٹر، جامعہ کراچی، کراچی، مارچ ۲۰۰۹ء)

۲۔ حدودِ کار میں تحقیق کا ارتکازی دائرہ، صنف، زبان، عہد اور علاقہ جیسے نکات اہم ہیں۔ مثلاً ''پاکستانی ناولوں میں مذہبی شعور''۔ اس عنوان میں زبان اور عہد کا تعین تشنہ ہے۔ فوری طور پر دو سوال ابھرتے ہیں: کیا یہاں مراد پاکستانی علاقائی زبانوں کے ناول ہیں؟ کیا یہاں مراد آغاز تا حال پاکستانی ناول ہیں؟ تشنگی کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہوگا کہ عنوان میں تبدیلی کی جائے۔ یہ تبدیلی کچھ یوں ہوگی: ''پاکستانی اردو ناولوں میں مذہبی شعور (آغاز تا حال)''

۳۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ سکالرز عنوان بناتے وقت اردو زبان کے نحوی ضوابط سے انحراف کرتے ہیں۔ مثلاً ''اردو ماہیہ: پاکستان میں'' نحوی اعتبار سے درست نہیں۔ اسے یوں ہونا چاہیے: ''پاکستان میں اردو ماہیہ''۔ اسی طرح عنوان ''املا اور رسم الخط کے مباحث: اردو کے حوالے سے'' بھی درست نحوی ترتیب میں نہیں۔ اسے یوں ہونا چاہیے: ''اردو املا اور رسم الخط کے مباحث''۔

❋❋❋